فدائی حملے اور علمائے برصغیر کی آراء
(ایک تجزیاتی مطالعہ)

حافظ عبدالباسط خان*

بیسوی صدی عیسوی میں مسلم امہ کی انقلابی تحریکوں کے نتیجے میں اکیسویں صدی عیسوی میں ایک طرف ان تحریکوں کی اکثریت کی عسکریت میں کامیابی پر یکسوئی اور دوسری طرف پورے عالم کفر کا اتحاد، شاید اسلام اور کفر کے درمیان معرکۃ الآراء لڑائی (الملحمة الکبریٰ) کا پیش خیمہ ہے، بقول حکیم سعدی ''کسنور مغلوب یصول علی الکلب'' کہ مغلوب بلی بھی کتے پر جھپٹ پڑتی ہے، ہر جاندار بشمول انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اپنا نقصان کیے بغیر بلکہ جان سے ہاتھ دھوئے بغیر حملہ آور سے خلاصی ونجات ممکن نہیں ، وہ حملہ آور سے پہلے اس پر حملہ کر دیتا ہے۔اس عقلیت کو سامنے رکھتے ہوئے فدائی حملے اپنے تئیں کوئی جدید عسکری طریقہ معلوم نہیں ہوتے ،خصوصا جبکہ متعدد تاریخی، عسکری واقعات بھی اسی نوعیت کے حملوں کی خبر دیتے ہیں۔تاہم شرعی نقطہ نظر سے ان حملوں کی حیثیت پر گفتگو بہت ضروری ہے، کیونکہ ان طریقوں کا استعمال اب دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔فقہ الواقع کے طور پر شرعی حیثیت پر مختلف معاصر آراء کے بیان سے پہلے ان حملوں کے مختلف طریقے ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں۔

پہلا طریقہ:

کبھی حملہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ اکیلا حملہ آور دشمن کے جم غفیر اور مجمع میں گھس جاتا ہے اس طور پر کہ عادۃً اس کا بچ نکلنا ممکن نہیں ہوتا اور اس کی موت یقینی ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ:

چند حملہ آوروں کا دشمن کے قلعہ، شہر، ہیڈ کوارٹر یا کسی اور ایسے حساس علاقہ میں گھس جانا جہاں دشمن مکمل چوکنا اور مستعد ہے، انتہائی الرٹ ہے اور حملہ آور کا اس حملہ سے قبل اس صورت حال سے باخبر ہونے کے باوجود اس حملہ کا اقدام کرنا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

تیسرا طریقہ:

جسم سے بارود اسلحہ وغیرہ باندھنا اور دشمن کی اہم تنصیبات یا دشمن کی فوج میں گھس کر دھماکہ کر دینا جس میں حملہ آور کی ہلاکت یقینی ہو۔

چوتھا طریقہ:

کبھی کبھار حملہ آور دشمن کی تنصیبات وغیرہ (اپنے ٹارگٹ) کے قریب جا کر دھماکہ خیز مواد ٹارگٹ کی طرف پھینک کر فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کے فرار کی یہ کوشش بہت ہی کم کامیاب ہوتی ہے۔ نتیجۃً حملہ آور خود بھی اس دھماکہ کی زد میں آ کر فوت ہو جاتا ہے اس قسم کے حملہ کو عرف میں ''گوریلا وار'' بھی کہتے ہیں۔

پانچواں طریقہ:

بسا اوقات ٹارگٹ اتنا بڑا یا مشکل ہوتا ہے کہ اس کو اکیلے کلی طور پر یا اکثر طور پر تباہ کرنا ذکر کردہ طریقوں سے ممکن نہیں ہوتا اس صورت میں حملہ آور اسلحہ حاصل کر کے اس کو مندرجہ ذیل صورتوں میں استعمال کرتا ہے۔

(ا) بارود سے بھری ہوئی کار کو ٹارگٹ پر دے مارنا۔

(ب) بارود سے بھری ہوئی کشتی کو دشمن کے بحری جہاز یا دیگر آلات حرب کے اتلاف کے لیے ٹکرا دینا۔

(ج) بارود سے بھرے ہوئی جہاز کو ٹارگٹ پر دے مارنا۔

تلاش وتتبع کے بعد یہ وہ طریقے سامنے آئے ہیں جن کے نظائر وشواہد تاریخ میں یا فی زمانہ ملتے ہیں، مگر واضح رہے کہ ان ذکر کردہ طریقوں پر حصر نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہوتا ہی نہیں، بلکہ حالات ووقائع کے اعتبار سے حملہ آور اپنے اس حملے کی تدبیر وطریقہ اختیار کرتا ہے تاہم مشہور وعام وہی طریقے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

فدائی حملوں کی مختلف صورتیں:

ہر جارحانہ اقدام کسی ہدف کے انتخاب کا لحاظ کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ اس بناء پر فدائی حملوں میں بھی حملہ آور اپنے ہدف کے انتخاب کے بعد اس کو حاصل کرنے کے لیے قدم اٹھاتا ہے اور وہ ہدف مختلف حالات میں مختلف ہوتا ہے، اس لیے فدائی حملے میں ہدف کا انتخاب (Target Selection) بہت اہم ہوتا ہے اس لیے اہداف کے لحاظ سے اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی صورت:

عام جنگ میں دشمن کو بھاری نقصان پہنچانے کے لیے اس کی فوج کو نشانہ بنانا، اس صورت میں حملہ آور

دشمن کے کسی فوجی دستے کو یا ان کے کسی بھاری اسلحہ یا ہتھیار کو ہدف بناتا ہے۔

دوسری صورت:

جنگ کے نتیجے میں جب دشمن کسی ملک پر قابض ہوجائے اور مقبوضہ علاقے کی فوج مزاحمت نہ کرسکے، اس صورت میں قابض فوج کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کے فوجی دستوں یا عمارتوں یا مقبوضہ علاقوں کو نشانہ بنانا۔

تیسری صورت:

اگر دشمن کسی علاقے پر قابض ہوجائے اور اس کے مقامی باشندوں کی عسکری حالت اتنی کمزور ہوجائے کہ وہ کسی بھی قسم کی مزاحمت نہ کرسکیں تو اس صورت میں حملہ آور دشمن کے وطن اصلی میں ان تنصیبات کو نشانہ بناتا ہے جو اس کی طاقت کا چشمہ اور منبع سمجھی جاتی ہیں اور اس قسم کے حملوں کے ذریعے مقصد دشمن کی توجہ کو مقبوضہ علاقوں سے ہٹا کر اپنے وطن کی طرف مبذول کروانا ہوتا ہے تاکہ دشمن اس قسم کے نقصانات کی وجہ سے مقبوضہ علاقہ خالی کرنے پر مجبور ہوجائے اور لاچار ہوکر اپنے ملک کی طرف لوٹ جائے۔

چوتھی صورت:

فدائی حملوں کی یہ صورت بحث وتحقیق کے اعتبار سے سب سے اہم ہے اور وہ یہ کہ دشمن نے کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد مقبوضہ علاقہ کی تمام مزاحمتی تحریکوں اور افراد کو اس طرح کچل دیا ہے کہ اب وہاں کسی منظّم باقاعدہ عسکری قوت کا سامنے آنا ممکن نہیں، اب دشمن کو مقبوضہ علاقوں میں معتد بہ نقصان پہنچانا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے، اس صورت حال میں فدائی حملہ آور انتہائی اقدام کے طور پر دشمن کی ایسی شہری، عوامی عمارتوں، علاقوں، اجتماع گاہوں کو ہدف بناتا ہے جس میں دشمن کے غیر متحارب شہریوں کا بھاری جانی ومالی نقصان ہو۔ اس حملہ سے مقصود عوام کو انتہائی خوفزدہ کرکے دشمن کے بااختیار افراد پر عوامی دباؤ ڈالنا ہوتا ہے۔ اس طرح جب عوام کا اس قدر جانی اور مالی نقصان ہوگا تو وہ اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں گے جس کے نتیجے میں دشمن مقبوضہ علاقوں کو آزادی دے کر اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور ہوجائے گا گویا اس حملے کے ذریعہ سے دشمن کو من جہۃ القوم ہراساں وخوفزدہ کرنا ہوتا ہے۔

پانچویں صورت:

جدید دور کی جنگوں کے مقاصد میں سے جو سب اہم مقصد ہے وہ معاشی طور پر خوشحال ہونا اور معاشی طور پر مضبوط اور طاقتور بننا ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر طاقتور ممالک ان ملکوں پر قبضہ کی کوشش کرتے ہیں جن کی طرف سے مزاحمت کم سے کم ہو اور معاشی فوائد خوب حاصل ہوں۔ اسی نقطہ نظر کے تحت فدائی حملہ آور دشمن کے ان

اہم تجارتی مراکز اور منڈیوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتا ہے جن پر دشمن کی ساری معیشت کا دارومدار ہوتا ہے۔اس قسم کے حملہ سے مقصود دشمن کو معاشی طور پر کمزور یا مفلوج کرنے کی کوشش ہوتی ہے تا کہ دشمن اپنی معاشی ضرورتوں کے حصول اور ان کی تکمیل کے سلسلہ میں محدود ہو جائے اور اپنے تسلط کو مقبوضہ علاقوں سے ختم کر دے۔

چھٹی صورت:

فدائی حملہ آور کا مقصد اور ہدف تو دشمن کی قابض وظالم فوج کو نشانہ بنانا ہوتا ہے، لیکن ہدف کو حاصل کرتے ہوئے عوامی مقامات اور شہری آبادی بھی زد میں آجاتی ہے مثلاً دشمن کا کوئی فوجی اڈہ شہری آبادی یا عوامی عمارت میں ہے تو اس صورت میں فدائی حملہ تو دشمن پر ہوتا ہے لیکن اس کی زد میں عام شہری بھی آکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ یہ حملے اپنی نوعیت کے اعتبار سے نئے نہیں ہیں تاہم براہ راست ان کے متعلق قطعی شرعی حکم اردو کتب فتاویٰ تو درکنار عربی فقہی ادب میں بھی نہیں ملتا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حملے قدیم عسکری طریقوں میں رائج نہیں تھے۔بیسویں صدی عیسوی میں ان کا رواج بڑھا ہے۔ذیل میں مختلف فتاویٰ کی روشنی میں مسئلہ کی متفقہ اور مختلفہ پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس موضوع پر فتاویٰ کا جائزہ لینے سے اس کی تین قسمیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ فدائی حملوں کی متفق علیہ جائز صورتیں

۲۔ فدائی حملوں کی متفق علیہ ناجائز صورتیں

۳۔ فدائی حملوں کی مختلف فیہ صورتیں

۱۔ فدائی حملوں کی متفق علیہ جائز صورتیں:

الف۔ فدائی حملہ آور بم یا بارود لے کر حربی کفار کے مجمع یا علاقے میں گھس جائے اور پھر اس بم یا بارود کو اپنے سے علیحدہ کر کے ٹارگٹ پر پھینک دے اور خود وہاں سے نکلنے کی پوری کوشش کرے لیکن اپنے ہی بم یا بارود کی زد میں آکر شہید ہو جائے۔

ب۔ فدائی بارود سے بھری گاڑی یا ٹینک لے کر کفار کے علاقے یا تنصیبات میں گھس جائے اور اس کو وہاں چھوڑ کر نکلنے کی کوشش کے دوران مارا جائے۔

ج۔ فدائی حملہ آور یا ان کا گروپ حربی کفار کے اسلحہ ڈپو یا اسلحہ ساز فیکٹری کو تباہ کرنے یا ان کے لیڈر کو ختم کرنے کی نیت سے ان کے انتہائی حساس علاقوں میں گھس جائے اور اپنی اس کوشش میں خود اس ڈپو یا فیکٹری کی تباہی کے ساتھ شہید ہو جائے۔(۱)

دلیل: کتب شرح حدیث وفقہ میں صحابہ کرامؓ کے جنگی کارناموں سے یہ مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ جب کفار کے ساتھ مقابلہ ہو اور ایک مسلمان ایک ہزار کفار کے مجمع میں گھس جائے اور کفار کو مارتے مارتے شہید ہو جائے تو اس کا یہ عمل کچھ شرائط کے ساتھ صحیح ہے۔

ابن حجر لکھتے ہیں:

''واما مسئلة حمل الواحد علی العدد الکثیر من العدو فصرح الجمهور بانه ان کان لفرط شجاعته وظنه انه یرهب العدو بذلك ویجری المسلمین علیهم ونحو ذلك من المقاصد الصحیحة فهو حسن ومتی کان مجردتهور فممنوع ولا سیما ان ترتب علی ذلك وهن فی المسلمین۔''(٢)

اور جہاں تک ایک مسلمان کا دشمن کے جمگھٹے پر حملہ کرنے کا مسئلہ ہے تو جمہور علماء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اگر حملہ آور ایسا اقدام فرط شجاعت کے باعث یا اس گمان کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ اس سے دشمن کو مرعوب کرے گا اور مسلمانوں کو کفار کے خلاف حملہ پر ابھارے گا نیز اس کے علاوہ بھی کچھ اچھے مقاصد اس کے پیش نظر ہیں تو پھر تو اس کا یہ اقدام اچھا ہے اور جب بھی اس عمل کا باعث محض غیض وغضب ہو تو یہ ممنوع ہوگا، خاص طور پر جبکہ اس عمل سے مسلمانوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہو۔

فدائی حملوں کی متفق علیہ ناجائز صورتیں:

اگر ان کفار پر حملہ کیا جائے جو مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور نہ وہاں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں فدائی حملے متفقہ طور پر ناجائز ہیں۔(٣)

دلیل: مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ کفار سے کیے گئے معاہدات پورے کریں اور ان معاہدات کی خلاف ورزی نہ کریں۔ موجودہ دور میں امن عالم کے بارے میں اقوام کے درمیان معاہدات ہو چکے ہیں۔(٤) اس پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

(١) وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِاللّٰهِ اِذَا عَاهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا۔اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ۔(٥)

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم اسے اپنے ذمہ لو۔ اور قسموں کو مستحکم کرنے کے بعد انہیں مت توڑا کرو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن بنا چکے ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

(۲) حضرت امیر معاویہؓ کا اہل روم کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ تھا جب معاہدہ مکمل ہو کر وقت ختم ہونے لگا تو امیر معاویہؓ فوج لے کر ان کے شہروں کی طرف چل دیے تا کہ جب معاہدہ کا وقت ختم ہو تو ان پر فوراً حملہ کیا جائے۔ حضرت عمرو بن عنبسہؓ نے متنبہ کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔(٦)

فدائی حملوں کی مختلف فیہ صورتیں:

١۔ فدائی حملہ آور اپنے جسم کے ساتھ بم یا بارود باندھ کر یا اپنے لباس میں چھپا کر دشمن کی صفوں میں یا اس کی تنصیبات میں گھس جائے اور اس بارود کے پھٹنے کے ساتھ اس کا جسم بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

۲۔ فدائی کسی بارود سے بھری گاڑی، ٹینک یا جہاز کو لے کر جائے اور اس کو دشمن کی تنصیبات، افواج یا حساس علاقوں میں بغیر کسی توقف کے مار دے جس سے سوار سمیت وہ سواری تباہ ہو کر دشمن کا نقصان کر دے۔

مانعین کا مؤقف:

مانعین کا کہنا ہے کہ یہ مندرجہ بالا دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔(٧)

دلائل:

(١) **اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ**۔(٨)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں اس بات کے بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔

(۲) عن اسلم بن ابی عمر ان قال غزونا بالقسطنطنية وعلى الجماعة عبدالرحمن ابن الوليد والروم ملصوق ظهورهم بحائط المدينة فحمل رجل على العدو فقال الناس مه مه لا اله الا الله يلقى بيد يه الى التهلكة فقال ابوايوب انما نزلت هذه الاية فينا معشر الانصار لما نصر الله نبيه واظهردينه الاسلام قلناهلم نقيم فى اموالنا ونصلحها فانزل الله تعالىٰ **وانفقوا فى سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة** فالالقاء بالايدى الى التهلكة ان نقيم فى اموالنا ونصلحها وندع الجهاد قال ابو عمران فلم يزل ابوايوب يجاهد فى سبيل الله حتى دفن بالقسطنطنية۔(٩)

اسلم بن ابی عمران سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے قسطنطنیہ کی جہادی مہم میں حصہ لیا اور ہمارے لشکر کے امیر عبدالرحمٰن ابن الولید تھے اور رومی فصیل شہر کے ساتھ اپنی کمریں چمٹائے بیٹھے تھے، چنانچہ ایک مجاہد نے دشمن پر حملہ کیا تو ساتھی کہنے لگے ''چھوڑ و چھوڑ و'' لا الہ الا اللہ وہ شخص تو اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اس پر

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرمانے لگے کہ یہ آیت ''**ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة**'' تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ جب اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کی مدد کی اور اپنے دین اسلام کو غالب کیا تو ہم کہنے لگے کہ آؤ اب ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کرلیں تو اللہ کریم نے آیت اتاری ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو' سو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اموال کی دیکھ بھال میں مشغول ہو کر جہاد کر چھوڑ بیٹھنا۔ ابوعمران کہتے ہیں حضرت ابوایوب انصاریؓ پیہم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ (شہید ہو کر) قسطنطنیہ میں دفن ہو گئے۔

(۳) لما زعم هؤلاء القائلون قوله تعالىٰ **ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة** عاما فى كل من جر جفسه حتفا سواء كان بعد منفعة دينية او غيرها رد عليهم مقالتهم تلك، وقال ما حاصله ان اقامتنا فى اموالنا بحيث نترك الغزو والجهاد كان القاء النفس فى التهلكة۔

فكلما كان هذا شانه كان مصداقا للاية منهيا عنه بها۔ واما من اهلك نفسه ليعلى كلمة الله او ليهلك عدوه اى يصيب فيهم نكاية فليس مما زعمتم وهذا الرجل كان كذلك فانه لما دخل فيهم ووطن نفسه على الموت فاى بلاء لا يصيبها عليهم واذا كان موته بعد انكائهم او قتل احد منهم او جرح بعضهم لم يكن من هذا القبيل۔۔۔۔ وهذا الذى اختاره اهل العلم من ان الرجل اذا القى نفسه بحيث يستيقن فيه قتله يساغ له ذالك اذا كان ذلك بجلب منفعة دينية معتدة بها۔**(١٠)**

جب ان کہنے والوں نے (کہ فصیل شہر سے چمٹے بیٹھے لوگوں پر حملہ کرنے والا تو خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے) اللہ کریم کے ارشاد **ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة** کو ہر شخص کے حق میں عام سمجھ لیا جو اپنے کو یقینی موت کی طرف کھینچ لے جائے خواہ کسی دینی منفعت یا اور کسی نوعیت کی منفعت کی خاطر ہی کیوں نہ ہو تو اس پر ابوایوب انصاریؓ نے ان کے جملے کی بات کو رد کر دیا اور آپؓ نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا اپنے اموال کی دیکھ بھال میں اس طرح لگ جانا کہ ہم اللہ کے راستے جہاد کو چھوڑ بیٹھیں یہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ سو جب بھی کوئی اس طرح کا عمل کرے گا تو وہی آیت کا مصداق ٹھہر کر ممنوع ہوگا۔ باقی وہ شخص جو اپنے کو ہلاکت میں اس لیے ڈالتا ہے کہ تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے یا وہ اللہ کے دشمن کو ہلاک کر دے یعنی انہیں گزند و شکست پہنچائے تو یہ وہ ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو (یعنی اس کا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع نہیں بلکہ موجب ثواب ہے۔) اور یہ شخص ایسا ہی تھا اس لیے کہ جب یہ دشمنوں میں گھس گیا اور اس نے اپنی جان کو موت کے لیے پیش کر دیا۔

تو کونسی ایسی آزمائش ہوگی جو اس مجاہد کو پیش نہیں آئی اور جب اس مجاہد کی موت ان کفار کو شکست دینے

کے بعد یا ان میں سے کسی کو قتل کرنے کے بعد یا بعضوں کو زخمی کرنے کے بعد ہوتی ہے تو یہ اس قبیل سے نہیں ہے (جس کی قرآن کی اس مندرجہ ذیل آیت میں ممانعت ہے۔) اور یہی وہ رائے ہے جو اہل علم نے پسند کی ہے کہ مجاہد جب ایسی جگہ گھس جائے جہاں اس کی موت یقینی ہو تو اس کے لیے اس عمل کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس سے معتد بہ دینی منفعت حاصل ہو۔

(۴) واغلقت بنو حنيفة الحديقة عليهم واحاط بهم الصحابة وقال البراء بن مالك: يا معشر المسلمين القونى عليهم فى الحديقة فاحتملوه فوق الجحف ورفعوها بالرماح حتى القوه فوق سورها فلم يزل يقاتلهم دون بابها حتى فتحه ودخل المسلمون الحديقة من حيطانها وابوابها يقتلون من فيها من المرتدة من اهل اليمامة۔(۱۱)

اور قبیلہ بنو حنیفہ نے باغ میں پناہ لے کر اسے بند کرلیا ہے اور صحابہ کرامؓ نے ان کا محاصرہ کرلیا براء بن مالک کہنے لگے مجھے ان کے اوپر باغ میں پھینک دو ان کے ساتھیوں نے انہیں اپنے کندھوں سے اوپر اٹھایا اور نیزوں سے اوپر کیا یہاں تک کہ انہیں اس باغ کی دیوار پر پھینک دیا سو وہ اس کے دروازے کے پاس ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مسلمان دیواروں اور دروازے سے باغ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اہل یمامہ کے مرتد لوگوں کو قتل کردیا۔

وجہ استدلال: ان تمام عبارات میں وجہ استدلال یہ نکتہ ہے کہ کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں کہ مجاہد پہلے اپنے ہی اسلحہ سے خود مرا ہو پھر اس کے اسلحے سے دوسروں کو نقصان پہنچا ہو بلکہ ''فيقتلون ويقتلون، فحمل رجل على العدوواذا كان موته بعد انكائهم او قتل احد منهم او جرح بعضهم، فلم يزل يقاتلهم دون بابها حتى فتحه'' عبارات سے یہی واضح ہورہا ہے کہ پہلے مجاہدین نے دشمن کو مارا ہے اور پھر اسی دوران دشمن کے حملوں سے وہ شہید ہوئے ہیں۔(۱۳)

چنانچہ جب مروجہ خودکش حملہ اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا تو پھر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ یہ حملے ناجائز ہی ہوں۔(۱۴)

(۵) ایسا فدائی حملہ فقہاء کی بیان کردہ صورتوں کی روشنی میں بھی احتیاط کے خلاف ہے۔(۱۵) اس لیے کہ ایک مسلمان کی جان کی حفاظت قلعوں کو فتح کرنے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ ایک ایسی ہی عبارت درج ذیل ہے۔

''ولوان مشركا طعن مسلما برمح فانفذه فاراد ان يمشى فى الرمح اليه ليضربه بالسيف فان كان يخاف الهلاك ان فعل ذلك ويرجو النجاة ان خرج من الرمح فعليه ان يخرج۔''(۱۶)

اور اگر ایک مشرک نے مسلمان کو نیزہ مارا اور اس کے جسم میں گھسا دیا اب یہ مسلمان اسی گھسے ہوئے نیزے سمیت اس مشرک کی طرف بڑھے تا کہ اسے تلوار مارے تو اگر اسے یہ خوف ہے کہ (اگر نیزہ نکالے بغیر) اس نے ایسا کیا تو مر جائے گا اور اگر اس نے نیزہ نکالا تو پھر یہ بچ جائے گا تو اس پر لازم ہے کہ (دشمن کی طرف لپکنے سے پہلے) نیزہ نکالے۔

سرخسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لان المشی الیه فی الرمح اعانة علی قتل نفسه والواجب علی کل احد الرفع عن نفسه لجهده اولا ثم النیل من عدوه۔''(۱۷)

اس لیے کہ نیزہ سمیت دشمن کی طرف بڑھنے میں گویا یہ اپنی ہی موت پر خود مدد کر رہا ہے اور ہر ایک پر لازم ہے کہ اولاً کوشش کر کے اپنے آپ کو بچائے پھر دشمن کا نقصان کر کے کامیابی حاصل کرے۔

مجوزین کا مؤقف:

مجوزین کا مؤقف یہ ہے کہ ایسے خودکش حملے جائز ہیں اور کارِ ثواب ہیں۔(۱۸) البتہ مفتی عبدالواحد کا مؤقف یہ ہے کہ ایسے حملے اسرائیل میں تو تمام شہریوں پر بھی جائز ہیں اس لیے کہ وہ غاصب ہیں باقی جگہوں پر ان حملوں کی اجازت آسان معاملہ نہیں ہے۔(۱۹) گویا باقی جگہوں پر مفتی موصوف کے ہاں غیر مسلم ممالک کے عام شہریوں پر حملہ کی اجازت نہیں۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

دلائل:

۱۔ وہ آیات، احادیث و تاریخی واقعات جو جہاد کے بارے میں وارد ہوئے ہیں ان میں سے کچھ مانعین کے دلائل کے ذیل میں گذرے ہیں۔ البتہ ان حضرات میں سے بعض نے مانعین کے وجہ استدلال سے تعرض نہیں کیا۔(۲۰) جبکہ بعض نے مانعین کے وجہ استدلال کا رد کیا ہے۔(۲۱) اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ یہ حضرات ان نصوص واقعات سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ یقینی شہادت کے باوجود کفار کے مجمعوں میں گھس گئے جو فدائی حملوں کے جواز کی واضح دلیل ہے۔(۲۲)

۲۔ مسلمان کی جان کی اہمیت دین اسلام میں جس قدر ہے اس سے کوئی بھی ناواقف نہ ہوگا اس کے باوجود فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان جہاد کر رہے ہوں اور مدمقابل کفار اپنے ہاں کے مسلمانوں کو ڈھال بنا لیں تو اب مجاہدین کے لیے اجازت ہے کہ وہ ان کفار کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھال بنے ہوئے مسلمانوں کو بھی مار دیں۔ البتہ قصد و ارادہ کفار کے مارنے کا ہی ہونا چاہیے۔(۲۳)

۳۔ تاریخی واقعات یہ بتلاتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے یقینی شہادت کے باوجود اپنے آپ کو کفار کے سامنے پیش کیا اور کفار نے انہیں شہید کردیا۔ ان کی شہادت کے بارے میں اگر کسی نے شبہ کیا تو رسالت مآب ﷺ نے اس شبہ کا رد کردیا۔ ''اصحاب الاخدود'' کے واقعہ سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کیونکہ اس لڑکے نے اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش کردیا تھا۔ (۲۴)

مانعین کی دلیل کا جواب:

مانعین کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے مفتی عبدالواحد لکھتے ہیں:

> ''اس کے بارے میں دارالعلوم کراچی والوں کا یہ کہنا کہ ''حملہ کرنے والا اپنے ہی اسلحہ سے پہلے خود کو مارتا ہے اور پھر دشمن کے آدمی مرتے ہیں یعنی خود کو مار کر دشمن کو مارنا مقصود ہے اور اس کو اختیار کرنا درست معلوم نہیں ہوتا'' ہمارے رائے میں درست نہیں، کیونکہ خودکش یا بمبار فدائی حملہ میں حملہ کرنے والے کا مقصود خود کو ہلاک کرنا نہیں ہوتا بلکہ دشمن کو شکار کرنا مقصود ہوتا ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ دشمن مرے یا نہ مرے وہ خود ضرور مرجاتا ہے، لیکن ضابطہ ہے ''الامور بمقاصدھا'' (۲۵)

نیز جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ ایک اور جواب پر مشتمل ہے۔

> ''نیز اگر خودکشی کی تعریف، خودکشی کرنے والے شخص کی غرض، خودکشی کا پس منظر اور پیش منظر عوامل اور وجوہات کو دیکھا جائے تو اس سے بھی خودکشی اور دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے بمبار حملہ میں واضح فرق نظر آئے گا۔ خودکشی کرنے والا شخص اپنی زندگی سے مایوس، سخت ذہنی اور دماغی پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ناراض ہوکر دنیاوی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو موت کی نیند اتارتا ہے۔ اس کے برخلاف یہ بمبار مجاہد نہ تو اپنی زندگی سے مایوس ہوتا ہے نہ ذہنی اور دماغی پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور نہ ہی تقدیر پر ناراض ہوتا ہے۔'' (۲۶)

دارالاسلام میں کفار کے ٹھکانوں پر حملے:

دارالاسلام میں کفار کے ٹھکانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں رائے یہ ہے کہ اگر یہ کفار مستأمن ہیں اور امان حاصل کرکے اسلامی ممالک میں رہ رہے ہیں اور حربی کاروائیوں میں ملوث بھی نہیں ہیں تو ان کے ساتھ چونکہ امن کا معاہدہ ہے اس لیے ان پر حملے کرنا شرعاً درست نہیں۔ (۲۷)

حاصل بحث:

محقق کے خیال میں مانعین اور مجوزین دونوں کے دلائل اس قدر صریح نہیں کہ کسی ایک طرف کو ترجیح دی جاسکے۔ محض اس وجہ سے فدائی حملوں کو ناجائز قرار دینا کہ ان میں خودکش مجاہد پہلے اپنے آپ کو ختم کرتا ہے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اتنا تو کہا جاسکتا ہے کہ اس صورت کا ذکر فقہاء کی کتب میں نہیں۔ لیکن اس بنیاد پر انہیں ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

البتہ حالت اضطرار کے پیش نظر قیودات ذیل کے ساتھ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

۱۔ فدائی حملے بالفعل محارب لوگوں پر کیے جائیں۔

۲۔ بالفعل محاربین کا ساتھ جو لوگ دے رہے ہیں ان پر فدائی حملے جائز ہوں گے مگر اس طور پر نہیں کہ محارب ممالک کے عام لوگوں پر بھی حملے جائز ہوں اس لیے کہ یہ حملے انتہائی ناگزیر صورت حال کے تحت جائز ہیں لہذا محارب ممالک کے عام لوگوں پر حملے میں ایک مسلمان مجاہد کی ایک قیمتی جان حتمی طور پر لگ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی اجازت وہیں ہونی چاہیے جہاں محاربین کا اچھا خاصا نقصان ہو۔

۳۔ مسلم ممالک میں رہائش پذیر مستأمن پر فدائی حملے صرف اسی صورت میں جائز ہیں جب وہ بالفعل حربی یا تخریبی کاروائیوں میں ملوث ہوں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) دارالعلوم کراچی کا فتویٰ مؤرخہ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ؛ جامعہ بنوریہ کا فتویٰ مؤرخہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ؛ دارالعلوم حقانیہ کا فتویٰ، المباحث الاسلامیہ جلد۳ شمارہ۴،ص ۱۵؛ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ، المباحث الاسلامیہ، جلد۳ شمارہ۲، جلد۳ شمارہ۲،ص ۷۰؛ جامعہ مدنیہ لاہور کا فتویٰ،مؤرخہ ۱۶ ذی الحجہ۱۴۲۴ھ، دارالعلوم کراچی کے فتویٰ کے علاوہ باقی مذکورہ فتاویٰ میں ان صورتوں کی مکمل تفصیل نہیں ملتی تاہم ان کی عبارات سے ان صورتوں کا جواز نکلتا ہے۔

(۲) ابن حجر،احمد بن علی، فتح الباری،شرح صحیح البخاری، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۷۹ھ،۸/۱۸۶

(۳) دارالعلوم کراچی کا مذکورہ بالافتویٰ؛ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ، المباحث الاسلامیہ، جلد۳ شمارہ۲۰،ص ۷۱

(۴) دارالعلوم کراچی کا مذکورہ بالافتویٰ

(۵) النحل۱۶:۹۱

(۶) ترمذی ،محمد بن عیسی ، السنن،بیروت، داراحیاء التراث العربی ،س۔ن۔ کتاب السیر ، باب ماجاء فی الغدر، ۴/۱۴۳، ح ۱۵۸۰،ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ،السنن ،بیروت، دارالفکر،س۔ن۔ کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهدفیسیر الیه،۳/۸۳، ح۲۷۵۹

(۷) دارالعلوم کراچی کا مذکورہ بالافتویٰ؛ دارالعلوم کراچی کا مفصل فتویٰ، المباحث الاسلامیہ،جلد۳، شمارہ۲،ص۵۴-۵۵؛ جامعہ بنوریہ کا مذکورہ بالافتویٰ

(۸) التوبہ۹:۱۱۱

(۹) جصاص، احمد بن علی ، احکام القرآن،بیروت، داراحیاء التراث العربی ، ۱۴۰۵ھ، ۱/۳۲۶-۳۲۷، اس روایت کا اجمالی ذکر مندرجہ ذیل کتب حدیث میں بھی ہے۔سنن ابی داؤد، کتاب ،الجهاد، باب فی قوله تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة،۳/۱۲، ح ۲۵۱۲؛سنن الترمذی، کتاب التفسیر، ۵/۲۱۲، ح ۲۹۷۲

(۱۰) رشید احمد گنگوہی، مولانا، الکوکب الدری، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ،۴/۷۶

(۱۱) طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، (تاریخ طبری) بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۷ھ،۲/۲۸۲

(۱۲) البقرۃ۲:۱۹۵

(۱۳) دارالعلوم کراچی کا مذکورہ بالافتویٰ

(۱۴) محولہ بالا

(۱۵) دارالعلوم کراچی کا مفصل فتویٰ، المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۲، ص ۵۵

(۱۶) شیبانی، محمد بن الحسن، السیر الکبیر مع الشرح (شارح، سرخسی، محمد بن ابی سہل)، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ، ۴/۱۵۱۱

(۱۷) محولہ بالا

(۱۸) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ، المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۲، ص ۷۱؛ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا فتویٰ، المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۴، ص ۱۰-۱۹

(۱۹) جامعہ مدنیہ کا مذکورہ بالا فتویٰ

(۲۰) دارالعلوم حقانیہ کا فتویٰ، ص ۱۵-۱۸

(۲۱) جامعہ مدنیہ کا مذکورہ بالا فتویٰ؛ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۲، ص ۷۱

(۲۲) جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ، ص ۶۶-۶۸

(۲۳) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۲، ص ۶۸-۶۹

(۲۴) جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ، ص ۶۹-۷۰

(۲۵) جامعہ مدنیہ کا مذکورہ بالا فتویٰ

(۲۶) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ المباحث الاسلامیہ، جلد۳، شمارہ۲، ص ۷۰-۷۱

(۲۷) پاکستان کے اٹھاون علماء کرام کا متفقہ فتویٰ، مؤرخہ ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء؛ جامعہ خیر المدارس کا فتویٰ، مؤرخہ ۱۸ صفر ۱۴۲۶ھ؛ دارالعلوم حقانیہ کا فتویٰ، ص ۱۹

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆